ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.1 (2025)
(January to March)

آصف خان اور پنجابی زبان کے لسانی نظریات

Asif Khan and the Linguistic Theories of the Punjabi Language

سلمان احمد
ایم۔فل اسکالر، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
محمد نعمان قادر
دی گلیکسی گروپ آف کالجز، ملتان
ڈاکٹر زیب النساء
لیکچرار پنجابی، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Salman Ahmed
M.Phil Scholar, Department of Pakistani Languages, AIOU, Islamabad
Muhammad Numan Qadir
Lecturer, The Galaxy Group of Colleges, Multan
Dr . Zaib Un Nisa (Corresponding Author)
Lecturer, Department of Pakistani Languages, AIOU, Islamabad

Abstract:
Punjabi is an ancient Language which is Spoken in Pakistan, India as a First Language and Second language in Canada. Almost 1554.5 Million people all around the world. Speak Punjabi but according to the census of 2023 56% of total population of Pakistan Speak this language. It is One of the most widely spoken mother tongues in the world. Linguists have added it in Indo-European group but its sub group is still debatable. Some researchers consider it in Indo-Aryan languages, others add it in Dravidian group while the most modern linguists have the idea that it is neither Indo Aryan nor Dravidian, according to them it is older than both. Asif khan is an important linguist of Punjabi who has made his research on scientific grounds. He has paved the way to find out the roots of this language. He supported his arguments with other relevant disciplines, such as anthropology an old picture. In this research article an attempt has been made to explore the theories about the origin of Punjabi language in context to the ideas of Asif khan.

Keywords: Anthropology, Asif Khan, Punjabi Language, Theory, Origin, Indo European, Indo Aryan, Dravidian, old pictures

پنجابی زبان پاکستان میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے اور دنیا کی نویں بڑی زبان ہے۔ امریکہ، آسٹریلیا، برطانیہ اور کینیڈا میں پنجابی بولنے والوں کی بڑی تعداد موجود ہے اور پاکستان کے صوبہ پنجاب اور بھارت کے صوبہ پنجاب میں ماں بولی کی حیثیت سے بولی جاتی ہے۔ پنجابی برصغیر پاک وہند کی قدیم ترین زبان ہے۔ بیشتر بزرگان دین اور صوفیا کرام نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے اسی کو منتخب کیا۔ بابا فرید گنج شکر، بابا گرونانک، شاہ حسین، سلطان باہو، بابا بلھے شاہ، وارث شاہ، خواجہ غلام فرید نے اسی میں شاعری

کر کے اس زبان کو لوگوں کے لیے ہر دل عزیز بنا دیا۔ پنجابی زبان میں نثر نگاری، شاعری، تحقیق، تنقید جیسی ادبی طبع آزمائی بھی ہوئی ۔پنجابی زبان دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے۔ جب محققین نے پنجابی زبان پر تحقیق کی تو اس زبان کا رشتہ کسی نے سنسکرت کے ساتھ جوڑا تو کسی نے سنسکرت سے پہلے کی منڈا قبیلہ کی زبانوں کے خاندان سے جوڑا تو کسی نے "علم بشریات" کی روشنی میں اس کو دنیا کی قدیم ترین زبان قرار دیا۔ اس میں سب سے جدید نظریہ محمد آصف خاں صاحب کا ہے جو "علم بشریات" کی روشنی میں جدید تحقیق کے مطابق پنجابی زبان کو انسانوں کی قدیم ترین زبان قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کا نظریہ جانچنے کے لیے ہمیں پنجابی کے آغاز اور ارتقا کے نظریات پیش کرنے ہونگے۔

گریرسن کا نظریہ:

پنجابی کا پہلا نظریہ گریسن نے دیا تھا۔ گریسن نے پنجابی زبان کو سنسکرت کی ایک شاخ قرار دیتا ہے۔ گریسن نے اپنی کتاب میں کچھ اس طرح لکھا ہے کہ:

"Indo Anryan Family Central Group. Specimens of western Hindhi and Punjabi" (1)

یہ گریسن کی کتاب لینگویسٹیک سروے آف انڈیا کا عنوان ہے۔ جس میں وہ پنجابی کو ہند آریائی زبان بتاتا ہے۔ ایک خیال کیا جاتا ہے کہ آریا کی زبان سنسکرت تھی تو اس بنا پر پنجابی کو سنسکرت کی ایک شاخ تصور کیا جانے لگا اور اس روح سے پنجابی زبان کا پہلا نظریہ قائم ہو گیا۔ ایک لمبے عرصے تک اس پر قیاس کیا جاتا رہا۔

حمید اللہ ہاشمی اپنی کتاب "مختصر تاریخ زبان و ادب پنجابی" میں کچھ اس طرح سے پنجابی کے پہلے نظریہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"پہلا نظریہ یہ ہے کہ پنجابی زبان آریائی کنبے (گروہ) کی زبان ہے یعنی پنجابی زبان سنسکرت زبان کی وارث ہے" (۲)

یہ نظریہ ان ماہرین لسانیات کا ہے جو برصغیر کی تاریخ کو آریا سے شروع کرتے ہیں۔ اس نظریے میں ہندو اور سکھ ماہر لسانیات کا حصہ زیادہ ہے۔ اس نظریے کے حامیوں میں ڈاکٹر منموہن سنگھ دیوانہ، ڈاکٹر بنارس داس جین، ڈاکٹر پریم پرکاش ،ڈاکٹر منموہن سنگھ دیوانہ کی یہ رائے ہے کہ ہر کوئی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ پنجابی ایک سنسکرت جائی بولی ہے۔ ڈاکٹر پرکاش پنجابی کو ویدک بولی بتاتے ہیں اور ان ماہر لسانیات میں سب سے زیادہ دلچسپ نظریہ بابا بدھ سنگھ جی کا ہے۔ جو کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

"پنجابی زبان کا جسم سنسکرتی ہے۔ لیکن اس کا لباس بدلتا رہا ہے۔ جب سنسکرت بگڑی تو پراکرت بنی اور پراکرت سے اب بھرنش اس سے پنجابی" (۳)

یعنی اس حوالے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ پنجابی زبان کا اختراع اپ بھرنش پراکرت سے ہوا۔ اب ایک بات انتہائی غور طلب ہے کہ گریرسن نے اپنی کتاب لینگوسٹیک سروے آف انڈیا میں پنجابی کو ایک الگ زبان قرار دیا ہے اور والیوم نمبر ۹ میں تفصیل سے اس کے لسانی پہلو پر بحث کی گئی ہے۔ کتاب کا عنوان بھی پنجابی زبان کے نام پر ہے۔ آریا جب برصغیر میں آئے تو انہوں نے ویدیں مرتب کیں۔ ان میں سب سے پہلی کتاب رگ وید ہے۔ رگ وید کی بولی ویدی بولی کہلاتی ہے نہ کہ سنسکرت۔ اس بارے میں محمد آصف خان کا نظریہ ہے:

"ویدی او بولی ہے جس وچ رگ وید "سام وید" یجر وید" دامنتراں والا
حصہ تے "اتھر وید" دا پہلا حصہ گنیا جاسکدا"(۴)

رگ وید میں دس ہزار الفاظ پنجابی زبان کے موجود ہیں۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ویدوں کی زبان سنسکرت سے مختلف تھی۔ پنجابی بولی دا پچھوکڑ میں محمد آصف خاں نے پنجابی زبان کے حوالے سے تین نظریات پیش کیے ہیں:

"(الف) ویدی بولی تو سنسکرت ہون وچ ائی سنسکرت نو پانینی نے "اشت ادھیائی" راہی گرامر دے اصولا وچ جکڑ دتا سن سنسکرت نو پانینی نے "اشت ادھیائی" راہی گرامر دے اصول جکڑ دتا۔ لکھتی سنسکرت وچ اکسار تا رہی پر بول چال دی سن سنسکرت وٹدی وٹدی پراکرت وچ وٹ گئی۔ پراکرت اگا جاکے اب بھرنش وچ وٹ گئی۔ ایدے توجو کیاں ہند آریائی بولیاں نے جنم لیا پنجاب وچ پنجابی سندھ سندھی بنگال بنگالی وغیرہ
(ب) ہند آریائی بولیاں سدھیاں ویدی کو کھوں جمیاں ہن
(ج) پنجابی ایک غیر آریائی بولی"(۵)

ہم اب تک پنجابی کے پہلے بیان کردہ دو نظریات پر بحث کر چکے ہیں۔ اب ہم ان کے تیسرے بیان کردہ نظریات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ پنجابی ایک غیر آریائی زبان ہے۔ پنجابی زبان کا دوسرا نظریہ یہ ہے کہ پنجابی زبان غیر آریائی زبان ہے ان قبائل کی زبان ہے جو آریا سے پہلے آباد تھے۔ جدید دور کے محققین نے پنجابی زبان کو غیر آریائی کنبے کی زبان ثابت کرنے کے لیے بہت تحقیق کی ہے۔ حمید اللہ ہاشمی اپنی کتاب مختصر تاریخ زبان پنجابی میں کچھ اس طرح سے لکھتے ہیں:

"دوسرا نظریہ یہ ہے کہ پنجابی زبان غیر آریائی کنبے (گروہ) یعنی دراوڑی منڈا کنبے گروہ کی زبان ہے"(۶)

پہلا نظریہ اس زمانے کا ہے جب آثار قدیمہ کے وہ نمونے دریافت نہیں ہوئے تھے جو آریہ گروہ کے آنے سے پہلے کی تہذیبوں سے متعلق تھے۔ یہ نظریہ عین الحق فرید کوٹی کا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "اردو زبان کی قدیم تاریخ" میں پیش کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب اردو زبان کی قدیم تاریخ میں کچھ اس طرح سے رقم طراز ہے:

" آریہ کی آمد سے قبل بر صغیر پاک و ہند میں کولاری اور دراوڑی اقوام کا دورہ دور تھا اور کوہمالیہ کے دامن میں منگولی نسل کے قبائل آباد تھے(۷)"

جب آریا لوگ اس علاقے میں آئے تو انھوں نے یہاں کی مقامی زبانوں کا اثر قبول کیا یا کسی حد تک مقامی زبانوں پر اپنی زبان کے اثرات بھی چھوڑے۔ مقامی زبان نے آریاؤں کی زبان پر گہرے اثرات چھوڑے لیکن گرامر اور قواعد پر کچھ اثرات مرتب نہ ہوئے۔ اس وقت کی مقامی زبانوں کو پراکرت کہا جاتا تھا۔ عین الحق فرید کوٹی کے مطابق پنجابی زبان سنسکرت سے نہیں نکلی یہ زبان دراوڑی زبان کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ پنجابی کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔ ماہرین کی رائے ہے کہ بر صغیر میں آریاؤں کے آنے سے پہلے وادی سندھ اور ہڑپہ میں دراوڑی قبیلے اباد تھے اور دراوڑوں کی آمد سے پہلے منڈا قبیلے آباد تھے۔ ہندوستان میں بولی

جانے والی زبانیں سنسکرت کی بگڑی ہوئی شکل نہیں ہے۔ یہ زبانیں نو آریوں کے برصغیر میں آنے سے پہلے ہی بولی جاتی تھیں۔ عین الحق فرید کوٹی کا مضمون ہے پنجابی زبان دیا جڑا (پنجابی زبان کی جڑیں) جو ان کی کتاب اردو زبان کی قدیم تاریخ میں اقتباس کے طور پر پیش کرتے ہیں ان سے اس سے ان کا نظریہ واضح طور پر سمجھ آجائے گا:

"پنجابی زبان دا سنسکرت دی لڑی دسیا جانا کوئی انوکھی گل نہیں سی کیوں جے آج تو تھوڑا چر پہلا ساڈے دیس دی تاریخ آریاں دے ویلے توں شروع ہو دی سی تے اس تو پہلا دے حال دا کچھ عطا پتہ نہیں ملدا سی۔ ایس لئی جدوں وی کوئی ودوان ایس زبان دے مڈ باری کھوج لاؤن دا جتن کر دا او آریا ویلے تے ہی رک جاندا سی پر ہن زمانہ بدل چکیا اے پرانے کھنڈراں دی کھوج بھال کرن والیاں دیاں کدالاں نے کوٹ ڈی جی منجو دوڑو تے ہڑپہ دے پرانے شہر دے منہ متھے نو زمانے دی مکڑی دے بھنے ہوئے کھنے جالایاں نولا سٹیا اے پر اے آریاں تو ملن والیاں، گونگیاں، مہراں نے کچھ وہ لکھیا ہووے پر ساڈے سامنے اس زبان دا کھوج لاون لئی ایک دوسرا راہ وی کھلا ہویا اے ساڈی اپنی زبان جدے وچ اج تک اس بیتے ہوئے سمیے دیاں نشانیاں باقی نے"(۸)

اب اس بات سے واضح ہو جاتا ہے کہ پنجابی اور دیگر ہندوستان کی زبانیں مثلاً سندھی، پشتو وغیرہ کا سنسکرت پر اثر ضرور پڑا ہے مگر سنسکرت پنجابی زبان کا ماخذ نہیں ہے۔ آثار قدیمہ کی کھوج اور نئی دریافت سے پتہ چلتا ہے کہ ان قوموں کی زبان دراوڑی تھی اور دراوڑی سے پہلے منڈا قبیلہ یہاں آباد تھا۔ عین الحق فرید کوٹی کے اس نظریے سے پہلے ہندوستان کی تاریخ آریاؤں سے شروع ہوتی تھی اور آریہ سے پہلے کی تاریخ گھپ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ عین الحق فرید کوٹی نے اس اندھیرے کو دور کیا جو ایک روشنی کی کرن ثابت ہوا۔ محمد آصف خان نے اس کرن کو چمکتا سورج بنا دیا۔ عین الحق فرید کوٹی اور محمد آصف خان کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے ہندوستان میں آریا کی آمد سے پہلے بھی متنوع لسانی گروہوں کا دور تھا۔ آریا سے پہلے دراوڑوں اور دراوڑوں سے پہلے منڈا زبانوں کا گروہ آباد تھا ۔منڈا قبائل کے لوگ کب سے آباد ہیں۔ اس بارے میں کوئی خاص معلومات نہیں ہے مگر منڈا گروہ کی زبانوں میں جو قبیلے شامل ہیں ان کا ذکر یہاں بہت ضروری ہے۔ سلیم خان گی اپنی کتاب "پنجابی زبان دا ارتقا" میں کچھ اس طرح سے منڈا گروہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"منڈا قبیلیاں وچ گونڈ، بھیل، کول، سنتھال کرمبا، اروِلا، آمارواؤں
کوروا تے بیوار قبیلے شامل سن۔(۹)"

یہ قبائل ونڈیا چل پہاڑوں کے ساتھ راجستھان کے ریگستانوں سے نیل گری کی پہاڑیوں کے درمیان آباد تھے۔ نیل گری کی پہاڑیوں میں مشہور سیاحتی مقام "اوٹی" ہے جو جنوبی بھارت کا شہر ہے۔ ان نیلگری کی پہاڑیوں میں "ٹوڈا" خاندان آج بھی آباد ہیں۔ انٹرنیٹ پر ان خاندانوں کے رسم ورواج کے بارے میں دلچسپ ڈاکومنٹریز موجود ہیں۔ آریا سے پہلے جو قبائل پنجاب کی سرزمین میں آباد تھی ان کو غیر آریائی قبیلہ کہا جاتا ہے۔ منڈا اور دراوڑی گروہ غیر آریائی گروہ ہیں۔ آریا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آریا لوگ رنگ کے گورے قد کے لمبے اور بھورے رنگ کے بالوں والے تھے۔ دراوڑی اور منڈا قبائل کے لوگ اس کے برعکس تھے دراوڑی اور منڈا نسل کے لوگ رنگ کے کالے چپٹی ناک اور قد کے چھوٹے تھے۔ دریا جہلم کے کنارے ضلع جہلم میں بھی آریا، دراوڑی، بھیل ،سنتھال، کول کی باقیات آج بھی موجود ہیں۔ جہلم شہر کا نام دریا جہلم کے نام سے موسوم ہے۔ جہلم دو الفاظ کا مجموعہ ہے "جل" اور "ہم "جل کا مطلب ہے پانی اور جو سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور ہم کا مطلب ہے میٹھا یعنی میٹھا پانی جہلم دریا کے نام کا مطلب ہے "میٹھا

پانی"۔ جل کا لفظ آج بھی ہندی میں پانی کے لیے استعمال ہوتا ہے مثال کے طور پر "گنگا جل" "جل پری" وغیرہ۔ سنسکرت نے پنجابی اور ہندوستان کی دیگر زبانوں پر اثر ضرور ڈالا ہے مگر سنسکرت زبان پنجابی زبان کی ماخذ پنجابی زبان نہیں ہے۔ اس ضمن میں "ڈاکٹر فقیر محمد فقیر" جن کو بابا پنجابی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اپنی کتاب پنجابی زبان ادب کی تاریخ میں لکھتے ہیں:

> "جہاں تک شمالی ہند کی زبانوں کا تعلق ہے ان میں سنسکرت کا اثر یا رچاؤ بالکل نہ ہونے کے برابر نظر آتا ہے اس کے مقابلے میں جنوبی ہند کی تمام علاقوں میں نسبتاً سنسکرت کی لفظی ملاوٹ غالب نظر اتی ہے اور یہ علاقائی عمل پنجابی زبان کی ذاتی اور مخصوص لہجے کی حیثیت اور خصوصیت کو اس کی اپنی جگہ پر متعین کرتا ہے پنجابی لہجہ سنسکرت کے مقابلے میں مخصوص قوی بارعب اور زندہ دلی کا مظہر ہے اور یہ اس کے ماحول کا تقاضا ہے جو قدرت کی طرف سے اسے عطا کیا گیا۔(۱۰)"

جدید تحقیق سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ پنجابی کا تعلق سنسکرت سے بالکل نہیں ہے بلکہ پنجابی زبان نے اپنے ارد گرد کے ماحول اور اپنی دھرتی سے جڑی مٹی کے خمیر سے پرورش پائی ہے۔ محمد آصف خان بھی اپنی کتاب پنجابی بولی دا پچھوکڑ میں کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

> "ڈاڈا او کھا ایس پاروا کھ داہاں کہ میں پنجابی تے سنسکرت دی اکھوتی ساکھا چاری نوں نہیں منداں۔(۱۱)

ترجمہ

مشکل اس وجہ سے ہے کہ میں پنجابی اور سنسکرت کی (نحوی) رشتہ داری کو نہیں مانتا۔ محمد آصف خان نے بھی اسی بات پر زور دیا ہے کہ پنجابی کا تعلق ہر گز سنسکرت سے نہیں بنتا پنجابی ایک بلیغ زبان ہے۔ پنجابی نے دوسری زبانوں پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں بلکہ اردو جیسی بڑی زبان کا ماخذ بھی پنجابی زبان ہے۔ اس ضمن میں حافظ محمود شیرانی کی کتاب "پنجاب میں اردو" منہ بولتا ثبوت ہے۔ خاطر غزنوی ایک مشہور محقق ہے انہوں نے منڈا قبائل کی باقیات کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ نہ خیبر پختون خواہ میں منڈا قبائل اباد تھے اور اس قبائل کے نام پر آج تک جگہیں بھی موجود ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر اپنی کتاب اردو کی مختصر ترین تاریخ میں کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

> "مثال کے طور پر منڈانام کا ایک علاقہ جنڈول اور سمرباغ کے جنوب میں دیر کے علاقے میں تمر گڑھ سے 13 کلومیٹر مغرب کی طرف باجوڑ کی سرحد کے قریب واقع ہے دوسرا علاقہ منڈا کے نام سے پشاور سے شمال کی جانب شفقت اور فوڈ سے کچھ اوپر شمال کی طرف دریائے ابا زئی کے بالائی جانب اور علاقہ غیر یا ازاد قبائل کا حصہ ہے یہاں منڈا ہیڈ ورکس اسی رعایت سے منڈا کہلاتا ہے"(۱۲)

اس حوالے سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ خیبر پختون خواہ میں منڈا قبائل آباد تھے اور یہ وہی منڈا قبائل ہیں جو پنجابی زبان کے وارث ہیں۔ اگر ہم سندھی زبان کی بات کریں تو ہمیں مختصر تاریخ زبان سندھی جو سندھی جو سید مظہر جمیل نے لکھی ہے اس میں ایک حوالہ درج کیا ہے جو کچھ اس طرح سے ہے:

> "ڈاکٹر غلام حیدر سندھی نے مختلف ماہر لسانیات کے خیال کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض روسی اور فنس ماہرین قدیم آثار سے برآمد ہونے والے شواہد اور اشیاء پر موجود عبارت میں سے کوئی سو کے قریب سندھی الفاظ پڑھ لیے ہیں جن کی صورتیات اور ادائیگی بامعنی آج بھی سندھی زبان میں مروج ہے اس کے علاوہ عددی شماری، عددی قطاری، تجنیس تذکیر و تانیز کی پہچان بھی

کرتی ہے۔ اس مطالعے کے بعد انہوں نے سندھی زبان کو اس خطے کی اپنی اور اصلی زبان بتایا ہے جسے دیگر ماہرین نے دراوڑی سے پہلے زبان (Pro to Dravidian) کا نام دیا تھا۔(۱۳)"

اس حوالے سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ سندھی زبان بھی منڈا قبیلہ کی زبان سے نکلی ہے۔ شنا زبان بھی دیگر زبانوں کی طرح پنجابی زبان سے اثر قبول کرتی ہوئی نشو نما پاتی ہے۔ شنا زبان کا علاقہ پنجابی زبان کے ہندکو لہجے سے اثر قبول کرتا ہے اور اس میں پنجابی زبان کے الفاظ اج بھی اسی طرح مستعمل ہے جو پنجابی زبان کے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ممتاز منگلوری اپنی کتاب مختصر تاریخ زبان و ادب گلگت بلتستان میں کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

"شنا اور سنسکرت کے کئی الفاظ مشترک ہیں اسی طرح شنا نے اپنے ارد گرد کی زبانوں سے اثر قبول کیا ہے اور ان کے الفاظ لیے ہیں شینا میں بروشسکی اور بلتی کے بھی بہت سے الفاظ موجود ہیں شنا کے علاوہ ہندکو زبان کا علاقہ وادی کاغان وادی نیلم ہے غور سے دیکھا جائے تو بے شمار الفاظ ہندکو اور شینا میں مشترک ہیں نمونے کے طور پر چند الفاظ درج ہیں بی ۲۰ (بی)، جیب، زبان، سرانائی شہنائی، دند، دانت، بانگ، اذان چا، چہ، لو، صبح، پھگ، انجیر ملا، ہاتھ، ہاتھ۔(۱۴)"

اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ شنا زبان بھی پنجابی زبان سے متاثر ہوئی ہے۔ دند، بانگ، ہتھ، چا، لو، یہ الفاظ آج پنجابی زبان کا حصہ ہے اور مستعمل ہیں۔ آج بھی ہندوستان کے بیشتر لسانی محقق ہندوستان کی بولیوں کو سنسکرت سے جوڑتے ہیں مگر اس ضمن میں محمد آصف خان کا نظریہ یکسر الگ ہے۔ محمد آصف خان "پنجابی بولی دا پچھوکڑ" میں کچھ اس طرح سے لکھتے ہیں:

"سب توڈی گل اے ہے کہ اجو کیاں بولیاں دی نہوی بنتری ویدی تھے سنسکرت نہیں رل دی"(۱۵)

منڈا زبان کے گروہ کے بارے میں سب سے پہلے مکس مولر نے بتایا تھا اس نے کہا تھا دراوڑی اور منڈا دو الگ الگ خاندان ہیں ڈاکٹر سلیم اختر اپنی کتاب اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ میں لکھتے ہیں:

"پروفیسر میکس مولر پہلے موقع تھے جنہوں نے دراوڑی اور منڈا زبانوں کو الگ الگ خاندان قرار دیا(۱۶)"

یہ تمام نظریات اس دور کے ہیں جب ماہر لسانیات نے اپنا رشتہ علم بشریات کے ساتھ نہیں جوڑا تھا۔ آج کے اس جدید دور میں جدید تحقیق کے ذرائع استعمال کر کے نئے نئے نظریات معرض وجود میں آرہے ہیں۔ لسانیات میں زبان کا مطالعہ سائنسی بنیادوں پر کیا جاتا ہے۔ سائنس میں کوئی بھی نظریہ جب پیش کرتے ہیں تو اس نظریے کو پرکھ کر اور دلائل کے ساتھ پیش کرتے ہیں اس لیے لسانیات میں بھی وہی اصول کار فرما ہیں جو سائنس کے زمرے میں آتے ہیں۔ محمد آصف خان صاحب نے بھی جدید علوم کے تناظر میں پنجابی زبان کا نظریہ پیش کیا ہے۔ محمد آصف خان نے "علم بشریات" کی روشنی میں پنجابی زبان کا وجود قدیم انسان سے جوڑا ہے اس ضمن میں وہ اپنی کتاب پنجابی بولی دا پچھوڑ کر ایک جگہ پر کچھ اس طرح سے لکھتے ہیں:

"ویویں صدی دے تیجے دہا کے وچ ہزارہ میلا دے گھیرے وچ پسرے ہوئے ہڑپہ وسیب دا تھولایا سرائے کھولانے ہڑپہ پنجاب منجو دوڑو سندھ لوتھل گجرات کاٹھیاواڑ کالی بنگن راجستان آمری نال بلوچستان وغیرہ تھیاں دی کھٹائی دے کھٹائی اتے او تھوں انسانی ڈھانچیاں نے نسلیات لسانیت مائراں نوں نویں سرے توں سوچن تے مجبور کیتا گل ایتھے

نہیں مکدی۔ سوا وادی دیاں لبتاں نے پنجاب دی انسانی تاریخ نوں لکھاں ورے پچھالے کھڑیا۔(۱۷)"

محمد آصف خان بھی علم بشریات اور علم لسانیات کا رشتہ بتاتے ہوئے یہ بات واضح کر دیتے ہیں کہ انسان کی تاریخی شواہد جتنے پرانے ہوں گے اتنا ہی زبان کا وجود بھی پرانا ہو گا۔ محمد آصف خان کی ان نظریات کو سمجھنے کے لیے ہمیں "علم بشریات" کے علم کے بارے میں جاننا ہو گا کہ علم بشریات کیا ہے۔ بشریات ایک ایسا علم ہے جو سائنسی طریقے سے انسانی معاشرہ اور اس کے تمدن اور کلچر کا مطالعہ کرتا ہے سائنسی طریقے سے مطالعے کے معنی ہے کہ انسان آج کے دور کا ہو یا کل کے دور کا ہو مشرق ہو یا مغرب کا ہو شمال کا ہو یا جنوب کا ہو سیاہ ہو یا سفید ہو بشریاتی سائنس کی نظر میں وہ یکساں ہے۔ حیدر علی حق کچھ اس طرح سے بشریات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"بشریات کا ایک عام اور فوری ذہن میں آنے والا مفہوم انسان اور معاشرے کا مطالعہ ہے(۱۸)"

یہ بات کسی وضاحت کی طلبگار نہیں کہ انسان کا وجود ہے تو معاشرہ اور ثقافت ہے لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ انسان ہو اور اس کی کوئی ثقافت نہ ہو اور وہ کسی معاشرتی زندگی کا حصہ نہ ہو ایسا تصور محض ایک افراتفری کی صورتحال کا مظہر ہو گا جو جنگ و جدول کو فروغ دے گا مگر اس میں ترقی کی راہیں نہ صرف دوسروں کے لیے بلکہ اپنی اپنی انفرادی شخصیت کی نشوونما کے لیے بھی مکمل طور پر ناکام ہوں گی انسانوں کے باہمی تعلقات جسے سمجھنے کے لیے ہم یہاں تفاعل انٹریکشن کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں انسان کی معاشرتی زندگی تفاعل ہی سے مرتب ہے اور تفاعل ہی معاشرتی زندگی ہے تفاعل کا عمل زبان کے ذریعے سے ہوتا ہے اور اس سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ ثقافت بھی انسان ہی کی پیدا کردہ چیز ہے جسے وہ دیکھتا ہے اور اگلی نسلوں تک منتقل کرتا رہتا ہے ثقافت نہ صرف معاشرتی زندگی کو قائم و دائم رکھتی ہے بلکہ اس سے تفاعل کی نئی صورتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں اور معاشرے کی ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ کبھی کبھی کچھ ایسے تفاعل تقاضی عوامل معاشرے میں داخل ہو جاتے ہیں جنہیں معاشرے کی منزل کا باعث قرار دیا جاتا ہے بر حال ثقافت تغیر پذیر بھی ہے اور اس میں وقتی طور پر استقامت بھی پیدا ہوتی ہے اور اسی نسبت سے معاشرہ اور اس میں بسنے والے انسان خود کو ڈالتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں جب لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ گئے تو انہیں مشاہدہ ہوا کہ ایک جگہ کے لوگ دوسری جگہ کے لوگوں سے نہ صرف شکل و صورت اور رنگ نسل میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں بلکہ ان کے کلچر تہذیب و تمدن بھی مختلف ہے۔ چنانچہ یوں تاریخ میں عام معاشروں کے انسانوں کو اپنے وجود کو سمجھنے اور ان کی زندگی کے متعلق واہمیت دی گئی اور اس علم کو دور جدید میں بشریات کا نام دیا گیا۔ یہ ایک وسیع علم ہے اس میں انسانوں کے موقوف الفطرت قوتوں پر یقین سے لے کر لوگوں کے رہن سہن اور کھانے پینے کے طریقے میل ملاپ کے مختلف طور طریقے ہیں زبان بھی شامل ہے اور مختلف ادوار میں جو تبدیلیاں آتی ہیں سب علم بشریات کے دائرہ کار میں شامل ہیں۔ بشریت وہ علم ہے جو انسانوں کو اپنی حیثیت کی پہچان کراتا ہے اور اس کے مطالعے سے ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح انسان مختلف ارتقائی مراحل سے گزر گزرتا ہے جس سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان نسلوں کے اعتبار سے ایک دوسرے سے کیوں اور کس طرح مختلف ہے۔ امریکہ کے دانشوروں نے ۱۸۴۰ عیسوی کے لگ بھگ بشریات کو ایک مکمل اور الگ علم کی حیثیت سے تسلیم کیا مگر اس وقت تک علم بشریات کی اقسام اور دائرہ کار واضح نہیں تھی مگر اب اس جدید دور میں علم بشریات کے دائرہ کار کا تعین ہو گیا ہے۔

ا۔ ماہرین بشریات۔

یہ وہ دانشور تھے جو کہ انسان کے بارے میں کلیسیہ اور مقدس کتابوں کے نظریات سے باغی تھے نسل انسانی کی ابتدا اور اس کی ایک جیسے ہونے میں جو وضاحت مذاق اور مذہبی رہنماؤں کی تھی۔ یہ دانشور اس کی نفی کرتے تھے ان کا نظریہ یہ تھا کہ دنیا میں مختلف قسم کی انسانی نسلیں موجود ہیں۔ جن میں سفید فارم یورپی نسل باقی تمام انسان نسلوں سے برتر ہیں۔ ۱۹ویں صدی کے ماہرین بشریات اور موجودہ دور کے ماہرین بشریات میں وقت کے ساتھ ساتھ بہت تبدیلیاں واقع ہوئیں اور اج کے ماہرین بشریات سے بالکل مختلف ہے۔ یہ ماہرین ثقافت اور معاشروں کے تعبیر پر یقین رکھتے تھے اور ان کے متعلق بھی اہمیت دیتے تھے۔ ۱۹ویں صدی کے ماہرین اپنے دور میں بشریات اور اس طرح علم بشریات اپنی اہمیت اور افادیت کے حوالے سے منظر عام پر نہ آسکا۔

۲۔ ماہرین نسلیات۔

"نسلیات کے ماہرین بھی نسل انسانی میں موجود تعبیرات کے قائل تھے ان کا خیال تھا کہ دنیا میں موجود انسانی نسلوں کو ان کے جسمانی خدوخال اور پوشیدہ صلاحیتوں کی بنا پر تقسیم وشناخت کیا جاتا چاہیے (۱۹)"

انیسویں صدی کے یہ ماہرین نسلیات کلیسیہ اور بائبل کے نظریات سے باہر نہ نکل سکے اور انھوں نے اپنے افکار کی وضاحت کلیسیہ کی طرف سے متعین کردہ حدود میں رہ کر ہی کی اور یہی وجہ تھی کہ ان کی بنیادیں توجہ انسانی رسوم و رواج اور ان کے جغرافیائی تقسیم تک محدود رہ گئی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ بشریات کی موجودہ شکل کی تشکیل میں ۱۹ویں صدی کے ان ماہر نسلیات کا کام بھی بڑا عمل دخل ہے

۳۔ آثار قدیمہ

یہ ماہرین گمشدہ خزانوں کی تلاش کرنے والے رومان پسند مہم جو افراد گی کی مانند تھے جو دنیا بھر کے دنیا بھر کے سفر کیا کرتے تھے اور دور دراز علاقوں میں خزانے کی تلاش کے لیے کی گئی کئی کئی ماں گزار جاتے تھے۔ ان ماہرین کا خزانہ سونا یا ہیرے موتی نہیں ہوتے تھے بلکہ یہ قدیم انسانی ڈھانچوں ہڈیوں اوزاروں کھنڈرات اور ڈائناسور جیسے قدیم جانو کی باقیات کوئی اپنا خزانہ سمجھتے تھے۔ ماہرین اثار قدیمہ مختلف علاقوں میں کھدائی کرتے اور زمین کی تہہ میں پوشیدہ قدیم انسانوں کے اوزار، زیور، برتن اور دوسری اشیاء دریافت کرتے۔

۴۔ ماہرین لسانیات

یہ انیسویں صدی کے وہ ماہرین تھے جو زبان کے ارتقا اور تاریخ کا مطالعہ کرتے تھے۔ زبان کے ارتقا اور تاریخ کے علاوہ انہیں کسی اور چیز میں دلچسپی نہیں تھی۔ یہ نوبت یہاں تک ان پہنچی کہ ان ماہرین کی دلچسپی فقط زبان کی بارے میں معلومات جمع کرنے کی حد تک رہ گئی زبان سے متعلق دوسرے کسی پہلو پر توجہ دینے کی بجائے یہ اسی گتھی کو سلجھاتے رہتے کہ لاتینی اور یونانی زبانوں کی بنیادیں ہند آریائی ہیں یا کہ نہیں اس طرح یہ کہا جاتا جاسکتا ہے کہ انیسویں صدی کے ماہرین لسانیات ایک بہت محدود دائرہ کار کے حامل تھے:

"علم بشریات کی تشکیل اور ارتقا لسانیات آثار قدیمہ اور نسلیات کے علوم سے تعلق رکھنے والے ماہرین اور مفکرین نے اہم کردار ادا کیا"۔ (۲۰)

محمد آصف خان صاحب نے بھی علم بشریت کی شاخ نسلیات سے پنجابی زبان کا تعلق جوڑا ہے اور اس حوالے سے بتاتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلا صحیح انسان کا وجود بھی پنجاب کی دھرتی کا وارث ہے اور یہ پنجاب میں جتنی نسلوں کے لوگ پنجاب کی دھرتی پر

آباد رہے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ محمد آصف خان دراوڑی تہذیب کے بارے میں جو عرصے کا تعین کرتے ہیں وہ کچھ اس طرح سے اپنی کتاب پنجابی بولی دا پچھوکڑ میں لکھتے ہیں:

"انہاں دی وسوں گھٹ ودھ پنج ہزار ورے پہلا سکھراں نو چھوہ رہی سی"(21)

ماہرین نسلیات والوں نے جب تحقیق کی تو انھوں نے بتایا کہ سب سے پہلے انسان نے افریقہ میں جنم لیا اور وہیں سے ساری دنیا میں پھیل گیا۔ تحقیق جس طرح آگے بڑھتی گئی بندر نما انسان اور انسان کی کھوپڑیاں اور ڈھانچے ملتے گئے اس طرح نظریات میں بھی تبدیلی واقعہ ہوتی رہی کبھی افریقہ کبھی چین اور کبھی وسطی ایشیائی علاقوں سے انسان کی موجودگی کا تعین کیا گیا اور ان کی عمروں کا تعین کیا جانے لگا امریکہ میں جو کھوپڑیاں ملی ان سے انسانی عمر کا اندازہ ۱۰ ہزار سال لگایا گیا۔ آیڈل برگ کی کھوپڑی کی عمر ایک لاکھ سات ایک لاکھ سال تھی اور جو افریقہ سے کھوپڑی ملی اس کی عمر ۲۶ لاکھ سال بتائی گئی تھی۔ پنجاب میں بھی مشتشر قین نے نسلیات کے حوالے سے بہت تحقیق کی ہے اور ان کھوپڑیوں کو (Punjab Dry Prithicus) نام دیا ہے۔ اس بارے میں محمد اصف خان پنجابی بول دا پچھوکر میں کچھ اس طرح سے رقم دراز ہیں:

"پر پنجاب تو جیڑی سب تو پرانے بندر ورگے انسان دی رہندی کھوند لبی ہے وہ کٹ ود ڈیڑھ کروڑ ورے پہلا دیے تے نسلیات دے ماہرہ پنجابی ڈیمو پیتھی ادے نال جانی جاندی ہے"(۲۲)

(Punjabi Dmypithicus) کا نام دیا ہے پنجاب کے پہاڑی علاقوں سے بھی کچھ کھوپڑیاں ملی ہیں جن کو Rama Pithicus کہا گیا ہے اور اس اور اس کی عمر محققین کے خیال میں ایک کروڑ ۴۰ لاکھ سال ہے۔ سرہ کھولا ٹیکسلا کی کھدائی کے دوران اب تک تین قسم کی پرتوں کا پتہ چلتا ہے۔ پہلی پرت وادی سندھ کی تہذیب سے بھی پرانی دوسری پرت کو ڈی جی کی سندھ کی تہذیب کے ہم عصر ہیں اور تیسری پر ۲۵۰۰ ق م کی ہے۔ ان مقامات کی کھدائی کے دوران ماہرین ایم اے حلیم کو انسانی کھوپڑیوں کے ڈھانچے ملے تھے۔ جرمن کے ماہر نسلیات ڈاکٹر براون ہارڈ ۴۷ نمونوں کا تجزیہ کیا اور بتایا کہ اس میں ۵۰ فیصد کھوپڑیاں گول کھوپڑی والے نسل سے تعلق رکھتی ہیں اور لمبی کھوپڑیاں کسی ایک گروہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ڈاکٹر ہارڈ کے اس نظریے سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سرائے کھولا کے علاقے میں اسٹک دراوڑ یا کسی اور گروہ سے تعلق رکھتی ہیں ہڑپہ کی نسل اور گروہ سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کو ۴ ہزار قبل مسیح تک اس کی مدت جا پہنچی ہے۔ محمد آصف خان نے اس کی ترتیب کچھ اس طرح سے درج کی ہے:

"پرانے تھیاں دیاں کھٹائیاں تو لا منبھے رکھ کے جد اسیں نسلیات دے ماہرہ دیاں لکھتاں پڑھدے ہاں تاں سانو پتہ لگدا اے کہ سب تو پہلے پہلا ایتھے نیگٹو پھر اسٹک پھر دراوڑ تے چھیکڑ تے آریا آئی سن"(۲۳)

اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب میں انسانی نسل ایک تسلسل کے ساتھ موجود رہی ہے مگر ان قبائل سے پہلے بھی پنجاب میں انسانی نسل کے شواہد ملے ہیں اور ان کا ذکر بھی محمد اصف خان صاحب نے کیا ہے۔ کچھ سال پہلے پیل یونیورسٹی امریکہ کے پروفیسر ڈیوڈ ایل بی ایم جیولوجیکل سروے آف پاکستان کے ڈاکٹر ابراہیم شاہ اور ہاورڈ یونیورسٹی امریکہ کے پروفیسر ڈاکٹر تاثیر حسین نے کیمل پور سے ۲۰ میل جنوب میں ساڑھے چار کروڑ سال پرانی چٹانوں میں سے (Primate Dspecinas) ملی ہے جو پنجاب میں انسانی نسل کے ارتقا کو ایک کروڑ لاکھ سال تک لے گئے ہیں۔ اس ضمن میں محمد آصف خان صاحب لکھتے ہیں:

"انہاں نے اک پریس کانفرنس وچ اے دسیا کہ اک کروڑ ورھے پہلاں اس علاقے وچ انسان موجودہ شکل وچ اپڑ گیا سی"(۲۴)

علم بشریات کی شاخ نسلیات کو بنیاد بنا کر محمد آصف خان صاحب بھی اپنا نظریہ پیش کرتے ہیں جو ان کی کتاب پنجابی بولی دا پچھوکڑ میں انھوں نے پیش کیا ہے وہ کچھ اس طرح سے ہے:

" فرانس دا ایک اگھا عالم (Henr.v.valliuos)سواں وادی دیاں لبتھاں نوں مورے دھرے کے ایس سٹے تے آپڑیا کے سب توں پہلے صحیح انسان نے پنجاب کی دھرتی اتے ساہ لیا سی۔افریقہ چین انڈونیشیا جرمنی یونان تے دوجیاں دیسا تو بندر تے انسان دے وچ کار وکھو وکھ کڑیاں نال کتھوں کتھوں لب پیندی نے پر ان نوا گا تاریخ نہی ٹر دی اسی ویکھدے ہاں کہ اہر پاسے ہنیرا پسریا ہوے پر پنجاب وچ انسانی تاریخ دے ارتقادا اک تسلسل موجود ہے"(25)

اس حوالے سے محمد آصف خان صاحب کا پنجابی زبان کے حوالے سے نظریہ واضح ہو جاتا ہے۔ محمد اصف خان صاحب وسیع مطالعہ اور تحقیقی ذوق کے حامل محقق ہیں۔ جنھوں نے تاریخی شواہد کے علاوہ "علم بشریات" کی شاخ "علم نسلیات" کے حوالے سے پنجاب میں انسان کا وجود تلاش کیا اور ثابت کیا کہ انسان کا سب سے پہلا وجود پنجاب کی دھرتی پر موجود تھا۔ مزید وہ اپنی کتاب پنجابی بولی دا پچھوکڑ میں انسانی دور کا تعین تک کر دیتے ہیں اس وقت کا انسان کس طرح اس وقت کا انسان کس طرح کی زندگی بسر کرتا تھا۔ وہ اپنی کتاب پنجابی بولی دا پچھوکڑ میں کچھ اس طرح سے اس بارے میں روشنی ڈالتے ہیں:

"وادی سوادیاں لبھتاں توں ڈاکٹر ڈی این واڈیاT.T Pattersan ایس اسٹے تے اپڑے ہن کے انسانی ہوند دے نشان ایتھے دوجے برفانی دور توں لبھنے شروع ہو جاندے نیں اتھے دو قسم دے لوگ وسدے پتھر دے گھڑے ہتھیار دوجے ہاتھ کوہاڑا ور تدے سن"(۲۶)

محمد آصف خان صاحب کا یہ حوالہ واضح کر دیتا ہے کہ پنجاب میں انسان کا وجود ایک تسلسل کے ساتھ موجود ہے انسان اپنے اظہار کے لیے زبان کا استعمال کرتا ہے اور انسان کا یہ اظہار فطرتی ہے۔ اس بات سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت جب انسان موجود تھا تو زبان بھی موجود ہو گی اور جو زبان اس وقت رائج ہو گی وہ پنجاب کی دھرتی سے ہی تعلق رکھتی ہو گی اور اسے پنجاب کی نسبت سے پنجابی ہی کہا جائے گا۔ محمد آصف خان صاحب کا یہ نظریہ پنجابی زبان کے حوالے سے سند کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ پنجابی زبان کو انہوں نے قدیم انسان کے وجود سے جوڑ دیا ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق جاوید ادبی حلقوں میں ایک مقام رکھتے ہیں اور انہوں نے بھی ایک کتاب مرتب کی ہے جس کا نام ہے پنجابی زبان وادب کی مختصر تاریخ اس میں ایک جملہ لکھا کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق جاوید اس طرح لکھتے ہیں:

"پنجابی زبان کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنا پنجاب میں خود انسان کا وجود"(۲۷)

تحقیق کرنے والے سکالرز اور طلبہ بھی محمد آصف خان کی پنجابی زبان کے اس نظریے کی تائید کرتے نظر اتے ہیں شعبہ پاکستانی زبان وادب کے ایک پی ایچ ڈی سکالر محمد اسماعیل گوہر کا موضوع "پشتو، پنجابی اور اردو کے لسانی اشتراکات" میں بھی انہوں نے آصف خان کا یہ نظریہ اپنے مقالے کا حصہ بنایا ہے اور اس نظریے کو بنیاد بنا کر اپنے مقالے میں کچھ اس طرح سے لکھا ہے:

"اس خطہ عرض پر انسانی حلق سے ادا ہونے والے پہلے لفظ کو محمد آصف خان پہلے ہی
پنجابی قرار دے چکے ہیں"(۲۸)

اس حوالے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پنجابی زبان کے آثار اس وقت سے موجود ہیں جب سے انسان کا وجود اس کائنات میں تھا محمد آصف خان کی اس نظریے سے پاکستان کے صوبہ پنجاب کے علاقے کو پوری دنیا میں اولیت حاصل ہو چکی ہے اور پاکستان کا شمار دنیا کے ان ممالک میں ہو چکا ہے۔ جہاں انسان کا وجود تسلسل کے ساتھ بر قرار ہے۔

Reference:

1. Langoustic Suvery of India, Vol, 9
2. Hameedullah Hashmi, Brief History of Punjabi Language and Literature, Islamabad, Forough Language Agency, ۲۰۱٦, p. ۳۹
3. Ibid
4. Mohammad Asif Khan, Punjab Boli Da Pachhokar, Lahore Pakistan Punjab Literary Board, ۲۰۱۳, p. ۸۷
5. Ibid, P.۳۲
6. Hameedullah Hashmi, Brief History of Punjabi Language and Literature, Islamabad, Forough Language Agency, ۲۰۱٦, p. ۳۹
7. Ainul Haq Farid Koti, Ancient History of Urdu Language, Lahore, Arslan Publishers, p.۹٦ ۱۹۷۲
8. Ibid, p.٦۰
9. Salim Khan Gumi, Development of Punjabi Language, Lahore, Salikh, ۲۰۲۰, p. ٦۷
10. Faqir Muhammad Faqeer, Dr., History of Punjabi Language Literature, Lahore, Milestone Publishers, ۲۰۰۲, p. ۲۱
11. Muhammad Asif Khan, Punjabi Boli Kapchokar, Lahore, Pakistan Punjabi Literary Board, ۲۰۱۳, p.۳۳
12. Salim Akhtar, Dr., The Shortest History of Urdu Literature, Lahore, Sangmail, Publishers, ۲۰۱۷, p.۸۰
13. Syed Mazhar Jameel, Brief History of Sindhi Language, Islamabad, Farogh Language Institute, ۲۰۱٦, p. ۳۰
14. Mumtaz Mangaluri, Dr., Brief History of Language in Gilgit-Bulistan, Islamabad, Forough Language Institute, ۲۰۱۹, pp. ۳۳-۳۳
15. Muhammad Asif Khan, Punjabi Boli Kapchhokar, Lahore, Pakistan Punjabi Literary Board, ۲۰۱۳, p.۳۳
16. Salim Akhtar, Dr., The Shortest History of Urdu Literature, Lahore, Sangmail, Publishers, ۲۰۱۷, p.۷۹
17. Translated by Haider Ali Haq, Levi Strauss and Ilam Bishrat, Lahore, Multan, Satura .Publications, ۱۹۹۸, p. ۱۳
18. Ibid, P.۱۳
19. Ibid, P.۱۳
20. Ibid, P.۵۰
21. Ibid
22. Ibid, P.۳۷
23. Ibid, P.۳۹
24. Ibid, P۳۸.

25. Ibid, P.۴۸
26. Ibid, P۴۸.
27. Inamul Haque Javed Dr., Martab, Essay included, Brief History of Punjabi Language Literature, Muqtada National Language of Pakistan, ۱۹۹۷, p.۷

Dissertation Muhammad Ismail Gohar, Title Linguistic Synthesis of Pashto, Punjabi and Urdu, Department of Pakistani Language and Literature Allama Iqbal Open .University Islamabad